

اسلام میں قرضِ حسنہ کی حیثیت

مولانا مبشر احمد، لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.

قرض کے لغوی معنی:

قرض ”اِقْرَاضٌ“ سے ماخوذ ہے۔ قرض دینا۔ (۱) باب ضرب سے قَرْضٌ یَقْرُضُ کسی کو بدلہ دینا۔ باب سَمِعَ سے۔ مرجانا۔ (۲)

۲۔ القرض هو القطع فی اللغة سمي هذا العقد قرضا لما فيه قطع طائفة من ماله. (۳)

ترجمہ: قرض کا معنی ہے علیحدہ کرنا اور اس کو قرض اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی مال کا ایک حصہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ (هو) لغة ما تعطيه لتقتاضاه (۴)

ترجمہ: وہ مال جس کو تو واپسی کی شرط کے ساتھ دیتا ہے۔

قرض کی شرعی تعریف:

هو عقد مخصوص يرد على رفع مال مثلي لآخر ليرد مثله (۱)

یعنی قرض وہ خاص معاملہ ہے جس میں مَقْرَض (قرض دینے والا) مُسْتَقْرَض (قرض لینے والے) کو ایسا مال دیتا ہے جس کی ہم مثل موجود ہے تاکہ اس سے وصولی کے وقت اس جیسی چیز وصول کر سکے۔

۲۔ وہ احسان یا عطیہ جو پہلے کیا جائے یا وہ مال جو مقررہ میعاد کے بعد واپسی کی شرط سے دیا جائے۔ (۲)

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

قرض اور دین میں فرق:

دین عربی میں عین کے مقابلے میں آتا ہے۔ نقد کے لئے عین اور ادھار کے لئے دین بولا جاتا ہے۔ اور اس سے مقصود کاروبار اور لین دین میں ادھار کا معاملہ کرنا ہے۔ خواہ قیمت ادھار ہو یا چیز ادھار ہو۔

۲۔ الدین ما وجب فی الذمة بعقد او استهلاك (۳)

ترجمہ: دین وہ مال ہے جو کسی کے ذمہ عقد (بیع و شراء) کے سبب لازم ہوا ہو یا کسی کا مال ہلاک اور ضائع کر دینے کے سبب لازم ہوا ہو۔

اور قرض یہ ہے کہ ایک کا دوسرے سے صرف اور خرچ کے لئے مال مثلی لینا۔ جیسے نقد روپے لینا، گندم لینا، اس شرط پر کہ اسی جیسا واپس کرے گا۔ مال دینے والا مُقْرِض اور لینے والا مُسْتَقْرِض اور مال قرض کہلاتا ہے۔

قرض میں قبضہ شرط ہے، دین میں قبضہ شرط نہیں۔ دین میں مدت مقرر کی جاتی ہے قرض میں مدت مقرر نہیں کی جاتی۔

لزم تاجیل کل دین ان قبل المدیون (۳)

ترجمہ: ہر دین میں مدت مقرر کرنا لازم ہے بشرطیکہ مدیون اس کو قبول کرے۔

۲۔ قرض میں قانونی نقطہ نظر سے دو باتیں ملحوظ ہوتی ہیں۔ ایک حیثیت میں قرض عاریت ہوتا ہے کیونکہ اس میں دوسرے سے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے اس میں معاوضہ کی روح کارفرما ہوتی ہے۔ کیونکہ مال حفاظت کی خاطر نہیں بلکہ واپسی کی خاطر لیا گیا ہے اور مقصد قرض کے ذریعہ قرض دار کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔

قرض حسنہ کی تشریح:

قبل اس کے کہ قرض کے احکام تحریر کئے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقالہ کے عنوان (قرض حسنہ) کی وضاحت کر دی جائے کہ کتاب و سنت میں قرض حسنہ کے کیا معانی ہیں۔

۱۔ مَنْ ذَالَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَعِّفْ لَهُ، وَلَهُ أَجْرٌ كَثِيرٌ (۱)

ترجمہ: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ اس کو بڑھائے گا اور اسے اچھا

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۷۷﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء
بدلہ دے گا۔

۲. إِنَّ الْمُصْطَفِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَعَّفَ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ. (۲)

ترجمہ: بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو قرض اچھا دو گنا کیا جائے گا ان کے لئے اور ان کو اچھا بدلہ دیا جائے گا۔

۳. وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تَقْدِمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۳)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور جو مال تم اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس پالو گے وہ بہتر اور بڑے اجر کی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو بے شک اللہ تعالیٰ بخشش والا رحم کرنے والا ہے۔

۴. لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَرْتُمْهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ. (۱)

ترجمہ: اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسنة دو تو میں تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔ اور تمہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

۵. إِنَّ تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَعِّفَهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ (۲)

ترجمہ: اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو تو وہ تمہارے لئے اس کو دو گنا کرے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ قدر دان اور بردبار ہے۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں قرض حسنة کی ترغیب اور فضیلت بیان ہوئی ہے اب سوال یہ ہے کہ قرض حسنة سے کیا مراد ہے؟ تو شیخ محمد بن احمد القرطبی اپنی مایہ ناز تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

فيه ثلاثة اوجه احدها انه يريد سائر الصدقات ثانيا يريد اداء الزكاة على احسن وجه وهو اخراجها من الطيب الاموال واكثرها نفع الفقراء وابتغاء وجه الله والصرف الى المستحق وثالثها يريد كل شئ يفعل من الخير مما يتعلق بالنفس

ترجمہ: اس میں تین توجیہات ہیں۔ (۱) اس سے مراد تمام صدقات ہیں۔ (۲) اس سے مراد زکوٰۃ کو اچھے طریقے سے ادا کرنا ہے اور اچھا طریقہ یہ ہے کہ حلال مال سے ادا کرے اور جس سے فقراء کو زیادہ نفع ہو وہ مال دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دے اور مستحق پر خرچ کرے۔ (۳) اس سے مراد ہر نیک عمل ہے خواہ وہ نفس کے ساتھ ہو یا مال کے ساتھ۔

۲۔ شیخ محمود آلوسی (۱) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرض حسنہ کا معنی ہے بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنا اور بعض نے کہا صدق دل کے ساتھ اور صدقات نافلہ جس چیز سے بھی ہو۔ پس وہ استعارہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ نے ثواب اور جزاء کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کو قرض کے ساتھ تشبیہ دیا ہے اس لئے کہ وہ اس کی مثل بدلہ دے گا اور قرض حسنہ وہ ہوتا ہے جو خوش قلبی کے ساتھ مال خیرات کیا جائے اور بعض نے کہا جس کے بعد احسان جنائا، اور تکلیف پہنچانا نہ ہو اور بعض نے کہا جو حلال مال سے صدقہ دیا جائے وہ قرض حسنہ کہلاتا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:

خدا کو قرض دینے سے مراد اس کے دین اور اس کے پیغمبروں کی حمایت میں مال خرچ کرنا ہے۔ جس طرح روپیہ قرض دینے والا اس امید پر دیتا ہے کہ اس کا روپیہ واپس مل جائے گا اور قرض لینے والا اس کے ادا کرنے کو اپنے ذمہ لازم کر لیتا ہے۔ اسی طرح خدا ہی کی دی ہوئی چیز یہاں اس کے راستہ میں خرچ کی جائے گی وہ ہرگز گم نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ نے کسی مجبوری سے نہیں محض اپنے فضل و رحمت سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے کہ وہ تم کو عظیم الشان نفع کی صورت میں واپس کر دے اور قرض حسنہ سے مراد یہ ہے کہ اخلاص سے دو اور اپنے محبوب اور مرغوب اور پاک و صاف مال میں سے دو۔ (۲)

زکوٰۃ اور قرض حسنہ میں فرق:

زکوٰۃ کا ادا کرنا قانونی طور پر ضروری ہے لیکن قرض حسنہ سے مقصود ہے دین کی برتری اور رفاہ عام کے سارے اجتماعی کاموں کے لئے انفرادی ذمہ داری کے ساتھ اجتماعی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ وقت کے ملی تقاضوں اور مطالبات کو پورا کرنے کے لئے رضا کارانہ طور پر

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو محض والا نہیں پایا (لمو عبید) ☆☆☆

اپنے ملکی سرمایہ سے کچھ وقف کرنا تاکہ جماعتی مقاصد کو پورا کیا جاسکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مال کی متعینہ زکوٰۃ ادا کر دینے کے بعد بھی ایک مسلمان دین کے مالی مطالبات سے سبکدوش نہیں ہوتا اور اب بھی اس کی دولت میں حق باقی رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں کے اخلاقی احساسات معاشرے کی بھوک اور ناداری پر قابو نہ پارہے ہوں یا دین کی حفاظت اور نصرت کا فرض ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ایسی حالت میں قرض حسن یقیناً اخلاقی سے قانونی شکل اختیار کر لے گا اور اس دفعہ کی رو سے اسلامی حکومت مجاز ہوگی کہ وہ غریب اور نادار شہریوں کی ضرورتوں اور دین کے مفاد کی خاطر مال داروں پر مزید بار ڈالے۔

فقہاء کی اصطلاح میں جس چیز کو فرض عین اور فرض کفایہ کہا جاتا ہے اسی کو ہم نے قانونی اور اخلاقی ذمہ داری سے تعبیر کیا ہے۔ زکوٰۃ ان کے یہاں فرض عین ہے تو قرض حسن فرض کفایہ۔ (۱)

بقا اور فناء کا فلسفہ:

یادیں تعبیر کر لیجئے کہ قرض حسنہ انسانیت کی بقا کا پیش خیمہ ہے کیونکہ یہ ایک سخاوت ہے جو دل کی شجاعت اور حوصلہ کی بلندی چاہتی ہے طبیعت میں بے نیازی پیدا کرتی ہے دوسروں کی ضرورتوں کا احساس، ان کی ضرورتوں کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنا سخاوت اور جود و کرم کی اصل روح ہے۔ یہ روح کار فرما ہوتی ہے تو ہمدردی، غم خواری، رحم اور خدمتِ خلق کے جوہر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یعنی انسانیت کا جو بن نکھرتا ہے، شرافت کا علم بلند ہوتا ہے، میل ملاپ اور محبت کی فضا ہموار ہوتی ہے، سخاوت اگر کار فرما ہو تو طبقاتی جنگ کی نوبت نہیں آتی۔ کیونکہ دولت مند طبقہ ہمدرد اور غمگسار ہوتا ہے اور غریب و نادار اس کے وفادار و جاں نثار ہوتے ہیں اور اس طرح ایک نظم و ضبط پیدا ہو جاتا ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہوتا ہے جو معاشرہ اور سماج کو اطمینان کی دولت بخشتا ہے۔ جس میں ایک دوسرے سے نفرت اور بغض نہیں بلکہ محبت اور باہمی اعتماد کی نعمت میسر آتی ہے اور جب محبت اور اعتماد و تعاون کی کلیاں چلتی ہیں تو معاشرہ اور سماج رواداری اور شریفانہ اخلاق کا گلدستہ بن جاتا ہے۔ یہی تہذیبِ بہیمیت اور حیوانیت کو کچلتی ہے اور شرافت و آدمیت کو سر بلند کرتی ہے جس سے رب العالمین کی نیابت و خلافت کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے اور دنیائے پرچمن جنت نشان بن جاتی ہے۔ (۱)

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۱۰﴾ شوال الحکم ۱۴۴۳ھ ۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

سفاوت کے مقابل میں بخل ہے، جو طمع، تنگ نظری، خود غرضی، بزدلی، بے رحمی، سنگدلی، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، رشوت، خیانت اور سود جیسے زہریلے جراثیم پیدا کرتا ہے جو انسانوں کی معیشت کو تباہ کرتے ہیں اور ان کی خوش حالی کے لئے اڑدھابن جاتے ہیں۔

سرمایہ ختم کیا جائے یا بخل:

اسلام اس حقیقت سے آنکھ بند نہیں کرتا کہ دولت صرف ایک معمل ایک آلہ ہے اصل چیز دولت نہیں بلکہ عمل اصل ہے۔ چشمہ شیریں کے پانی سے آپ لالہ زار کو شاداب کر کے سنبھل دے ریحان کے تختے اور خیابان بھی تیار کر سکتے ہیں اور خارستان کے خاردار جھاڑیوں کو بھی دھاردار اور نوکیلے بنا سکتے ہیں۔ نتیجہ کا تعلق آپ کے عمل سے ہے۔ اصلاح یہ نہیں کہ پانی کو خشک کر دیں۔ یا لالہ زار کی بجائے کسی خندق میں بہائیں۔ اصلاح یہ ہے کہ کانٹوں سے نفرت دلائیں اور گل و غنچہ کی محبت بڑھائیں۔ اسلام اصلاح کی بھی صورت پیدا کرتا ہے کہ وہ جود و سخا کے گلشن اور چمن کو زکوٰۃ، خیرات، صدقات، قرض حسنہ اور وقف سے آبیاری کرتا ہے اور انسانیت کی بقاء و حفاظت کے وہ لازوال ذرائع و اسباب مہیا کرتا ہے کہ انسانیت، حیوانیت سے ملکوتیت کے جوہر کے ساتھ آراستہ اور پیراستہ ہو جاتا ہے تو گویا قرض حسنہ انسانی معیشت کے لئے ایک پل ہے اس کے ذریعہ ہم اپنی زندگی کی منزل مراد پا سکتے ہیں۔

قرآن حکیم اسی نقطہ کو سامنے رکھتا ہے اور فنا و بقا کے فلسفہ کو ذہن نشین کرا کے اس حقیقت کا یقین پیدا کراتا ہے کہ دولت کا بقا تجویروں میں بند کرنے اور زمین دوز خزانوں میں دفن کرنے سے نہیں بلکہ اس کے بقا کی صورت یہ ہے کہ اس پر انفاق فی سبیل اللہ کا عمل زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔ بینک بیلنس آپ کا کتنا ہی زیادہ ہو اس سے آپ کو قوت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ کا سرمایہ محفوظ رہ سکتا ہے بلکہ اس بچت کو ایسے بینک میں محفوظ کرایا جائے جس کا محافظ حقیقی نگران ہے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ. (النحل: ۱۳ع)

جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

فی سبیل اللہ بینک:

آپ بینک میں رقم ڈیپازٹ کراتے ہیں کہ رقم محفوظ رہے اور اس کا انٹرسٹ (سود)

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۱۱﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

آپ کو ملتا رہے لیکن ڈیپازٹ رقم آپ کی کب تک ہے۔ اپنی دانست میں آپ نے بڑی دوراندیشی سے کام لیا کہ زندگی کا بیمہ کرا دیا۔ مگر کیا بیمہ قضاء و قدر کے فیصلہ میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے؟ عدالت نے کسی کو دیوالیہ قرار دے دیا ہے تو وہ کسی وقت دولت مند بن بھی سکتا ہے لیکن جس کو قضاء و قدر نے دیوالیہ قرار دے دیا جو دنیا سے خالی ہاتھ رخصت ہوا وہ کبھی دولت مند نہیں بن سکتا۔ البتہ اگر آپ نے قرآن حکیم کے اصول پر اپنی زندگی کا بیمہ کرا لیا تو آپ کی دولت پر کبھی زوال نہیں آ سکتا۔ یہ دولت دن بدن بڑھتی ہی رہے گی۔

وَمَا تَقْدِرُوا إِلَّا أَنْفُسُكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمُ أَجْوَ (۱)
ترجمہ: اور جو آگے بھیجوں گے اپنے واسطے کوئی نیکی اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر بدلہ اور زیادہ اجر ہے۔

ڈیپازٹ رقم پر آپ کو دس فیصد سود ملتا ہے لیکن جو رقم آپ فی سبیل اللہ بینک میں جمع کراتے ہیں اس کے نفع کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی وضاحت یہ ہے کہ جو رقم آپ فی سبیل اللہ کے بینک میں جمع کراتے ہیں اس کو صرف کھاتہ میں درج نہیں کر دیا جاتا بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کو ختم بنا کر ایک زر خیز کشت زار میں بو بھی دیا جاتا ہے۔ زر خیز زمین ایک گیہوں کی نال پر سات بالیں آ جاتی ہیں اور ایک ایک بال میں سو سو دانہ ہوتے ہیں تو ایک دانہ سے سات سو دانہ بن جاتے ہیں۔ یعنی انٹرسٹ (نفع) ستر ہزار فیصد ہو جاتا ہے۔ (۱)

لیکن یہ شرط ہے کہ دولت مند جو امداد کر لے اس میں خود غرضی کا شائبہ تک نہ ہو۔ یہاں تک کہ اس کو کبھی زبان پر بھی نہ لائے جس سے غریب اور ضرورت مند کو کمتری کا احساس ہو۔ یا کوئی ذہنی اور دماغی کوفت ہو۔

دنیا کے دوسرے نظاموں سے موازنہ:

گفتگو بہت طویل ہو گئی اب دنیا کے دوسرے نظاموں سے موازنہ بھی کیجئے۔

۱۔ سرمایہ داری کا دشمن اسلام بھی ہے اس کو سرمایہ داری سے انتہائی نفرت ہے مگر وہ سرمایہ داری کو اس لحاظ سے اچھا بھی سمجھتا ہے کہ اس میں انسانی زندگی کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے اور وہ

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداؤد و ترمذی)

سرمایہ دار اللہ کو بہت پسند ہے جو اپنے سرمایہ سے غریب نادار، مزدور طبقہ لوگوں کی معیشت کو سنبھالا دیتا ہے اور اپنے سرمایہ میں حق سائل اور محرومین کو ادا کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلْساۗئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ط (۲)

ترجمہ: اور ان کے سرمایہ میں مانگنے والے اور محروم طبقہ لوگوں کے لئے حق معلوم ہے۔

۲۔ ایسے تمام پروگرام اسلامی نظر میں ناقابلِ برداشت ہیں جن سے امیر اور غریب میں طبقاتی جنگ یا باہمی نفرت پیدا ہو۔ اسی لئے وہ سرمایہ کو کسی نہ کسی شکل میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ زکوٰۃ و خیرات، قرضِ حسنہ، وقف، ہدیہ وغیرہ۔

۳۔ انسان کو اپنی حقیقت اور فناء و بقا کا فلسفہ یاد کرنا سرمایہ دار اور دولت مند کو یقین دلاتا ہے کہ غریب اور ضرورت مند کی امداد خود اس کی اپنی امداد ہے۔ یعنی اس کا نفع دوسروں سے زیادہ خود اس کو پہنچ رہا ہے۔

مالی نظام کے اسلامی اصول:

- ۱۔ سورۃ مزلِ نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ پہلے حصہ میں فرعونیت (ملوکیت) کے مقابلے کا ذکر ہے۔ دوسرے حصہ میں احکام یعنی نماز، زکوٰۃ اور قرضِ حسنہ کا۔ اس میں خدا پرستی کا صرف ایک حکم ہے نماز پڑھو۔ لیکن دولت کے متعلق دو حکم ہیں۔ زکوٰۃ اور قرضِ حسنہ۔
- ۲۔ سورۃ علق کے پہلے حصہ میں آغازِ وحی کا ذکر ہے دوسرے حصہ کا پہلا فقرہ ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَكٰفٍرٌۙ اِنَّ رَاٰهُ اسْتَغْنٰی

یعنی بے شک انسان حد سے نکل رہا ہے اس پر کہ وہ دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی (دولت مند)

ہو گیا ہے۔

- ۳۔ سورۃ مدثر سب سے پہلی سورۃ ہے جس میں آپ کو دعوت و تبلیغ کی ہدایت دی گئی۔ اس میں یہ حکم ہے کہ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ کسی پر اس غرض سے احسان نہ کر کہ اس سے زیادہ حاصل کرنا مقصود ہو۔ یعنی معاوضہ کے حاصل کرنے کے لئے کسی پر احسان نہ کرو۔

۴۔ مکی سورتوں میں سورۃ البلد کا مطالعہ فرمائیے۔

فَلَا اَقْنَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ

☆ قال الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: امن الناس علی فی الفقہ محمد بن حسن ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۱۳﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مَسْكِيْنًا ذَا مَقْرَبَةٍ (۱)

ترجمہ: آپ کو معلوم ہے گھائی کیا ہے جس سے گزرنا مشکل ہوتا ہے۔ کوئی گردن چھڑانا (یعنی) غلام خرید کر آزاد کرنا، یا مقروض کا قرض ادا کر دینا، یا کھانا کھانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی مٹی میں ملنے والے مسکین کو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھوں اور کانوں اور زبان والا اس لئے بنایا ہے کہ وہ ہر ضرورت مند کی امداد کرے خواہ عزیز و قریب ہو یا اجنبی۔

۵۔ سورۃ البقرۃ بھی مکی دور کی سورۃ ہے یہ پوری سورۃ سرمایہ داری کے خلاف اس شدت سے گرج رہی ہے کہ انقلاب پسندوں کے تمام لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

ترجمہ: تباہی اور بربادی ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنی دولت اور سرمایہ کے زعم میں دوسروں کو طعنہ دیتا ہے، ان میں عیب نکالتا ہے، جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال صدرا رہے گا، ہرگز نہیں۔ یقین رکھو ایسی آگ میں ڈالا جائے گا کہ اس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیا ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلائی گئی ہے، جو دلوں تک پہنچے گی اور ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔“ (۱)

۶۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حرم کعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے مجھے آتے دیکھا تو فرمایا:

هم الاخسرون ورب الكعبة يوم القيمة

رب کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ میں رہیں گے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ الفاظ سنے تو لرز گیا۔ مجھے خوف ہوا کہ شاید یہ میرے بارے میں نازل ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کن کے متعلق یہ ارشاد ہو رہا ہے؟

فرمایا کہ وہی جن کے پاس دولت زیادہ ہے۔ پھر ہاتھ پھیلا کر دائیں بائیں ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ اس خسارے سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جو اس طرح دونوں ہاتھ بڑھا کر سامنے دیتے ہیں، دائیں دیتے ہیں، بائیں دیتے ہیں۔ (۲)

بہر حال اس میں کتنا نقصان ہے اس کا اندازہ اس کے لئے ہو سکتا ہے جس کی ابھری ہوئی سطح

پست ہو جائے۔ کیونکہ اس قرض میں کبھی پوری دولت کا بھی مطالبہ ہو جاتا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ (۱)

آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرمادیں جو کچھ افزودہ ہے سب خرچ کرو۔ اس سے غریب کی غربت ختم ہوتی ہے اور حاجت مند کی حاجت پوری ہوتی ہے اور پسماندہ طبقہ پروان چڑھتا ہے۔ لیکن سرکاری قرضوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ امیر زیادہ امیر اور غریب زیادہ غریب ہو جاتا ہے۔ صاحب دولت کی دولت خدا کے نام پر خزانہ سے نکل کر گردش کرے گی تو ظاہر ہے دولت مند کو اس دولت سے دنیا میں کچھ فائدہ حاصل ہوگا و عوام اور غریب طبقہ کو بہت فائدہ ہوگا وہ یہ کہ ان کی اقتصادی سطح بلند ہو جائے گی۔ اس طرح امیری اور غریبی کے درمیان مسافت اعتدال پر آ جائے گی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں سے قرض حسنه مانگا ہے تاکہ اس کے سب بندے سکون و چین کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بندوں پر خرچ کو اپنے نفس پر خرچ سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک شخص سے فرمائیں گے اے بندہ خدا میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ میں بچکا تھا تو نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہ کی؟ وہ شخص کہے گا اے اللہ تعالیٰ تو تو ان چیزوں سے پاک ہے۔ تو جواب ملے گا۔ تیرے پاس میرا فلاں بندہ بھوکا آیا تھا اس نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو کھانا نہ دیا۔ اگر تو اس کو کھانا دیتا تو گویا مجھے کھانا دیتا۔ اگر اس کو کپڑا دیتا تو گویا مجھے کپڑا دیتا وغیرہ وغیرہ۔ (۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس سے تعبیر کیا ہے اور اسی کا نام قرض حسنه رکھا ہے اور قرض کا معاوضہ اپنے ذمہ لازمی کیا ہے۔ اس قرض سے عوام کی ضرورت پوری ہو رہی ہے، ان کی سطح بلند ہو رہی ہے۔ اور اہل ثروت کا اخلاقی فرض ادا ہو رہا ہے۔ خود غرضی اور سنگدلی کے بجائے آپس میں محبت، ہمدردی اور احترام کے جذبات بڑھ رہے ہیں۔

اسباب فرمانروائی و محبت:

محبت روحانی تعلیم سے پیدا ہوتی ہے۔ ماں باپ کی محبت فطری ہوتی ہے لیکن سماج اور معاشرے کا ہر ایک فرد دوسرے کا ان اسباب نہیں ہوتا۔ اس میں ہر ایک کے بھائی بہن بھی ہوتے ہیں۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۱۵۵ شوال المکرم ۱۴۲۳ ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

اور ایسے اجنبی بھی ہوتے ہیں جن سے خون کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ یا اگر ہوتا ہے تو بہت دور کا ہوتا ہے۔ محبت اور انیسیت ثمرہ ہوتا ہے احسان کا، نتیجہ ہوتا ہے لطف و کرم کا، ایثار و قربانی کا، داد و بخش اور سخاوت کے پودوں پر محبت کے پھول کھلا کرتے ہیں۔ ہدیہ و تحفہ کی ڈالیوں پر عنایت و شفقت کے غنچے چٹا کرتے ہیں۔

لیکن اس طرح کے سماج کی تشکیل و تخلیق میں جو چیز بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے وہ انفاق ہے یعنی اپنی دولت کو خرچ کرنا اور یہی خرچ دوسرے کو متاثر کرتا ہے۔ اپنی ضرورت کو پس پشت ڈال کر جب دوسرے کی ضرورت کو مقدم سمجھا جائے تو اس کا ثمرہ جذبہ شکر گزاری ہوگا جو شکر گزار جاں نثار بھی ہو سکتا ہے اور احسان کرنے والا قدرتی طور پر فرمانروا بھی بن جاتا ہے۔ انسان عبد الاحسان۔ انسان احسان کا بندہ ہے۔

خسارہ پورا کرنے والا آمدنی کا ایک مد

قرضِ حسنة آمدنی کی ایک ایسی مد ہے جس سے ملک کے بجٹ کا خسارہ پورا کیا جاسکتا ہے۔ ہر سال ملک میں خسارے کے بجٹ کا اعلان ہوتا ہے مگر قرضِ حسنة ایک ایسی اسلامی دفعہ ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے منافع کا بجٹ پاس ہوا کرے گا۔ سورۃ انفال: آیت ۶۰، سورۃ محمد: آیت ۲۸، سورۃ بقرہ: آیت ۱۹۵۔ اس پر شاہد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قرضِ حسنة دیتے ہیں دس گنا سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ اب بتائیے آمدنی جب دس گنا سے زائد بڑھ جائے گی تو خسارہ کیسے ہوگا؟

ہماری حکومتیں بھی قرض لیتی ہیں جن کا سود بھی ادا کرتی ہیں مگر اس قرض کا بوجھ ملک کے غریب عوام جو ٹیکس دینے والے ہوتے ہیں ان پر پڑ جاتا ہے۔ جن سے عوام کی معیشت تباہ ہو جاتی ہے اور زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ. (البقرہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود سے برباد کرتا ہے اور صدقات سے ترقی دیتا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۱۶۵ شوال المکرم ۱۴۲۳ ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

ایک مثال:

جن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ارشاد خداوندی کی تعمیل میں اتفاق فی سبیل اللہ کیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق دنیا میں پورا پورا بدلہ دیا۔ اور آخرت میں تو ملے ہی گا۔ مثلاً حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ ان کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ کے چارے اور چولہے کے سوختے کے لئے بار دو تین میل دور سے اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتی تھیں۔ مگر تیس سال بعد جب وہ شہید ہو گئے تو ان کا ترکہ پانچ کروڑ سے زیادہ کا تھا جو قطعاً جائز اور پاک آمدنی سے حاصل ہوا تھا۔ جب کہ وہ تمام غزوات میں پیش پیش رہے تھے اور کروڑوں روپے راہ خدا میں خرچ کئے تھے۔ (۱)

اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ صدقات واجبہ کو قانونی طور پر وصول کرے اور اخلاقی طور پر ملک کے سرمایہ دار طبقہ کو اتفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دے۔

دولت کا اندازہ:

اب سوال یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ کون شخص اتنی قدرت کا مالک ہے کہ وہ قرض حسنہ سے ملکی خسارے کو پورا کر سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب نصاب لوگ جب سالانہ ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کا کل اثاثہ چالیس ہزار ہوگا۔

اب اگر اس اثالیس ہزار میں سے دو چار ہزار مزید ملک و ملت کی خدمت کر دیتا ہے تو ملک کا اقتصادی بحران خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ ملک کے سرمایہ دار پر قومی اور ملی حق بھی ہے کیونکہ وہ اس ملک کے دیگر مفادات سے مستفید ہو رہا ہے۔ نیز حب الوطن من الایمان ”وطن کی محبت ایمان کا تقاضا ہے۔“ کے تحت ایسا ہر شخص کو کرنا چاہئے کہ وہ اپنی ضروریات سے افزودہ اور فاضل رقم قرض حسنہ کے طور پر ملک و ملت پر صرفہ کرے۔ (۱)

قرض حسنہ کے شعبے:

زکوٰۃ کے علاوہ صدقات کی اسلامی اصطلاح اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اسلام دولت مند کو زکوٰۃ دینے کے بعد بھی قومی و اجتماعی اتفاق کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں کرتا بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ

امام محمد بن اور محمد بن شافعی رحمہ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۷۷﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

اتفاق کے لئے دوسری راہیں بھی کھولتا ہے اور ان کو صدقات اور قرضِ حسنہ سے تعبیر کرتا ہے۔ صدقات کی یہ ذمہ داری و دھوصوں پر تقسیم کی گئی ہے۔ ایک انفرادی یعنی کسی متمول فرد کا کسی حاجت مند کی حاجت روائی کے لئے بطور خود اتفاق کرنا۔

دوسرا اجتماعی یعنی زکوٰۃ کی طرح قوم کی اجتماعی اقتصادی حالت کی بہتری اور حاجت مندوں کی حاجت کے انسداد کیلئے بذریعہ حکومت خرچ کرنا۔ مثلاً صدقہ فطر، غریب والدین کا نفقہ، غریب اولاد کا نفقہ، جہاد اور رفاہ عام کے اہم مواقع میں بیت المال کے علاوہ فنڈ کی فراہمی وغیرہ۔ اس مقام کی وضاحت میں بعض کم علم لوگوں کو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ مسلمان دولت مند طبقہ پر زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر کے علاوہ (اتفاق) کا کوئی شرعی مطالبہ عائد نہیں کرتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے قلتِ تدبیر کی بنا پر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی بعض حقوق مالی غنی کے ذمہ واجب ہیں۔ فرماتے ہیں:

فی مالک حق سوى الزکوة وصح عن الشعبي وغيره (۲)

تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ:

حضرت شاہ ولی اللہ دہلی رحمۃ اللہ علیہ جو اس صدی کے مفکر اسلام مانے گئے ہیں جن کی شخصیت ہر طبقہ و فرقہ میں غیر متنازعہ ہے فرماتے ہیں:

”غور کرو بلاشبہ عقل و حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کے درمیان یہ طریقہ لازمی اور ضروری ہونا چاہئے کہ اہل قبیلہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور دردِ مندی اور بھی خواہی کا ثبوت دیں اور ایک دوسرے کے نفع و نقصان کو اپنا ذاتی نفع اور نقصان سمجھیں اور یہ بات ایسی جبلت اور خلقت کے بغیر ناممکن ہے جس کی پشت پر اس کو مضبوط بنانے کے لئے خارجی اسباب اور اس کو محفوظ رکھنے کے لئے سنت متوارثہ موجود ہو۔ یہاں جبلت تو اس علاقہ کا نام ہے جو باپ اور بیٹے یا مثلاً بھائی بھائی کے درمیان موجود ہے۔ اور اسی طرح دو یا چند عزیزوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔ اور اسباب

ملفوظ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی تالی نہیں : (محدث پوزر)

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۱۸۶ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

خارجی باہمی الفت و مودت، رہنمائی، غمگساری، ہمدردی وغیرہ کا نام ہے۔ کیونکہ یہ امور آپس میں محبت پیدا کرتے اور مصائب و آلام میں ایک دوسرے کی اعانت و بصیرت کے لئے بہادر بناتے ہیں۔ اور سنت ان امور کو کہتے ہیں جن کو شریعت کی زبان لوگوں میں رشتہ اخوت پیدا کرنے کے لئے ضروری قرار دیتی ہے۔ اور اس کے نہ کرنے پر قاتل ملامت ٹھہراتی ہے۔ مثلاً وہ حکم دیتی ہے کہ صلہ رحمی ضروری ہے اور ایسا نہ کرنے والا آثم اور گنہگار ہے۔

اگر کوئی شخص ان عمدہ صفات سے بغاوت کرتا ہے تو حکمرانوں کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ ان اخلاقی امور کی نگرانی کرے۔“ اب شعبوں کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

قرض حسنہ کا ایک شعبہ وراثت و ترکہ ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے ورثاء اور قرابت داروں کی معاشی حالت مضبوط ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا فتح مکہ والے سال اور مرنے کے قریب ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال بہت ہے اور میری وارث میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنے سارے مال کی راہ خدا میں وصیت کر جاؤں؟ فرمایا نہیں۔ پھر میں نے کہا کیا دو ٹکٹ مال کی وصیت کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ کیا نصف مال کی وصیت کروں؟ فرمایا نہیں۔ کیا ایک تہائی وصیت کروں؟ فرمایا تہائی کافی ہے اور تہائی بھی بہت ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

انک ان نذر و رشتک اغنیاء خیر من ان ٔذرهم عالة یتکفون الناس

انک لن تنفق نفقة الا اجرت فیہا حتی اللقمة ترفعہا الی فی امراتک۔ (۱)

ترجمہ: البتہ ورثاء کو غنی بنا کر چھوڑنا بہتر ہے اس سے کہ وہ تنگ دست رہ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اہل حقوق پر جو بھی تو خرچ کرے گا تجھے اس کا اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ اگر ایک لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں لے جائے گا تو تجھے اس کا بھی بدلہ اور اجر ملے گا۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ ورثاء کے لئے مال کو چھوڑ جانا بہت

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: لامالک اور سفیان بن عیینہ نے ہونے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی (۱۹۶) شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء
 بڑے اجر کا باعث ہے۔ نیز متعدد مرتبہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض رشتہ دار بہت مفلس اور تنگ
 معیشت والے ہوتے ہیں جب کوئی دوسرا رشتہ دار فوت ہوتا ہے اور اس کا مالی وراثت تقسیم ہوتا ہے تو
 وہ بہت بڑے سرمایہ دار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی معاشی حالت بہت بہتر ہو جاتی ہے۔

اوقاف:

قرض حسنة کے شعبوں میں سے ایک شعبہ وقف بھی ہے۔ وقف کی حکمت یہ ہے کہ ایک
 شخص اپنی پیدا کردہ یا دوسرے جائز ذرائع سے حاصل کردہ دولت اپنی ضروریات سے فاضل سمجھتا
 ہے لیکن دولت کی محبت اور سرمایہ کی فراہمی کا عشق اس کو حاجت مندوں کی اعانت اور جماعت سے
 غریب افراد کی امداد کی جانب کسی طرح متوجہ نہیں ہونے دیتے اور وہ دولت کو بڑھاتا ہی جاتا ہے۔
 لیکن جب اس کا آخری وقت آتا ہے اور وہ موت کے فوادی پیچہ کی گرفت میں آ کر مغلوب ہو جاتا
 ہے تو حسرت اور یاس کے ساتھ اس دولت سے منہ موڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لہذا اسلام کہتا ہے
 کہ موت کے فوادی پیچہ سے قبل اپنی محبوب دولت میں سے کچھ خدا کے نام پر دے جانا چاہئے تاکہ
 صدقہ جاریہ رہے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں اس قسم کے اتفاق اور جماعتی افادیت کو اس طرح بیان کیا
 گیا ہے۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (۱)

ترجمہ: تم ہرگز خیر اور بھلائی کو پہنچ نہیں سکتے جب تک خدا کی راہ میں اس چیز کو خرچ نہ کرو، جو
 تمہارے لئے سب سے پیاری اور محبوب ہے۔

اور داعی انقلاب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قانون کی تشریح اس طرح فرمائی ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا مات
 الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة الا من صدقة جاریۃ او علم ینفع به او ولد صالح
 یدعولہ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام عمل ختم ہو جاتے ہیں مگر تین مستثنیٰ ہیں۔ ایک صدقہ جاریہ، دوسرا
 علم نافع، اور تیسرا نیک اولاد، جو اس کے لئے دعا گور ہے۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۲۰۶ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

صدقہ جاریہ کی جس قدر جزئیات علماء نے شمار کرائی ہیں ان سب میں وقف اعلیٰ اور مقدم ہے۔ اور اسی لئے سب سے قبل متمول صحابہ کرامؓ نے اس ترغیب پر لبیک کہا اور ملکیت کو وقف کو کے خدا تعالیٰ سے اجر کے طالب ہوئے۔ مثلاً حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے سب سے زیادہ مال دار تھے۔ ان کا سب سے زیادہ محبوب مال بیرھا (کھجوروں کا باغ) تھا۔ مسجد نبوی کے قریب تھا انہوں نے یہ باغ وقف کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اجر اور اس کے ذخیرہ خیر کا طالب ہوں۔ نیز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارض خیر کی جاگیر اللہ کے نام پر وقف فرمائی۔

وقف کا حکم:

وقف شدہ جاگیر کسی کی ذاتی پراپرٹی نہیں رہتی بلکہ رفاہ عام کا ایک قائم و دائم سرمایہ بن جاتا ہے۔ (۱)

وقف کی اقسام:

وقف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وقف اہلی، (۲) وقف خیری۔ وقف اہلی یعنی اولاد پر یا قرابت داروں کیلئے وقف ہو۔ اس میں اولاد اور اقرباء اور جمیع امور خیر شامل ہوتے ہیں اور وقف خیری میں صرف امور خیر ہی کے لئے وقف کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقف اہلی میں شمار کیا گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقف وقف علی الخیر کی قسم میں رکھا گیا۔ (۲)

ہیہ:

قرض حسنہ کے شعبوں میں سے تیسرا شعبہ ہیہ ہے۔ اجتماعی معاشی نظام میں ہیہ بھی ایک مفید طریق کار ہے۔ بشرطیکہ واہب کا مقصد نیک ہو اور کسی کی حق تلفی بھی نہ کر رہا ہو۔ ہیہ میں اگرچہ فقیر یا حاجت مند کی شرط نہیں بلکہ غنی کو بھی ہیہ کیا جاسکتا ہے مگر اسلام کے معاشی نظام میں صرف اسی شق کا اعتبار ہوتا ہے جس میں غرباء اور حاجت مندوں کی حاجت کا امداد ہو۔ حدیث شریف میں ہیہ کی ترغیب دیتے ہوئے یہ حکمت بیان فرمائی گئی ہے کہ ہدیہ اور ہیہ کی عادت ڈالو اس سے باہمی محبت اور مودت مستحکم ہوتی ہے۔

تہادوا تحابوا۔ (۱)

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۲۱۵ شوال الکریم ۱۴۴۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔
فقہ اسلامی میں ہبہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

ہبہ کی تعریف:

کسی شئی کو دوسرے کی ملکیت میں بغیر عوض کے دے دینا جو کہ قرضِ حسنہ کی اصطلاحات میں سے ہے۔

حدیث شریف میں اس کی حکمت معاشی وسائل میں اضافہ بتائی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ اگر سوال اور انتظار کے بغیر ایک شخص اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مالی بھلائی کرتا ہے تو اس کو قبول کر لینا چاہئے اور رد نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس بہانہ سے اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ (۲)

بہر حال ہبہ میں بھی اسی صورت کو ترجیح دی گئی ہے جو نیک نیتی سے حاجت مندوں پر ہو۔

وصیت:

قرضِ حسنہ کا چوتھا شعبہ وصیت ہے۔ انسان اپنی زندگی کے لمحات میں موت کی حقیقت سے آگاہ ہونے اور مسلسل مشاہدہ کرتے رہنے کے باوجود اکثر حقوقِ واجبہ و نافلہ سے غافل رہتا ہے۔ لیکن جب یقین ہو جاتا ہے کہ منجہٗ موت نے دبا لیا ہے تب اضطرابی کیفیت کے ساتھ تلاش کرتا ہے کہ کیا اب بھی مکافات کی کوئی شکل ہے تو اس سے بہتر کوئی صورت اسے نظر نہیں آتی کہ کوئی ایسا عمل کیا جائے کہ مرنے کے بعد تا قیامت اس کا اجر ملتا رہے۔ لہذا اس عمل کا نام وصیت ہی ہے۔

وصیت کی تعریف:

کسی شئی کو یا اس کے منافع کو بہ طریقِ حسن سلوک یہ کہہ دینا یا لکھ دینا کہ میری موت کے بعد فلاں کے لئے میری اتنی جائیداد یا مال وصیت ہے۔ غرض وصیت ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعہ سے ایک متمول اپنی آخری لمحاتِ حیات میں بطور تبرع اور حسن سلوک غرباء اور اہل حاجات کو مالی فائدہ پہنچا دیتا ہے۔ اور بسا اوقات اس طریق کار سے اہم اور ضروری اجتماعی کام بخوبی انجام

پاتے ہیں۔

اس میں بھی یہی شرط ہے کہ موصی غرباء و ضرورت مند طبقہ کو ترجیح دے اور کار خیر میں وصیت کرے۔

عاریت:

کسی شخص کا اپنی ملکیت کے منافع کو بغیر معاوضہ کے دوسرے کی ملک بنا دینا اسلامی نقطہ نظر سے عاریت کہلاتا ہے۔

و اجتمعت الامة على جوازها واستحبابها واستحسانها لما فيها من اجابة المضطر و اغائة الملهوف. (۱)

ترجمہ: امت کا اس پر اجماع ہے کہ عاریت نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور مستحب ہے اس لئے کہ اس میں مضطر اور نادار کی حاجت روائی اور اعانت ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ضرورت کی ہر شئی ہر شخص کے پاس نہیں ہوتی اور وہ بھی انسان ہیں جو قوت خرید نہیں رکھتے۔ پس اگر ان کی اعانت کا یہ طریقہ جو عاریت کی شکل میں پیش آتا ہے معاشی نظام کا حصہ نہ بنے اور اس کو رائج کرنے کے لئے اقدام نہ کیا جائے تو باہمی معاشی تعاون کا ایک ضروری حصہ معدوم ہو جائے۔ قرآن کریم میں ان انسانوں کی سخت مذمت کی گئی ہے جو ایسے مضطر اور نادار کی اعانت اور امداد سے باز رہے اور اپنی چیز کو عاریت پر دینے سے گریز کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

و يمنعون الماعون

ترجمہ: اور ان کے لئے بھی ہلاکت ہے جو برتنے کی چیز کو عاریت پر نہ دیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔

من كان في عون أخيه كان الله في عونه (۲)

جو شخص اپنے بھائی کی امداد میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی امداد میں ہوتا ہے۔

امانت:

ایک شخص اگر نقدی یا مال کسی دوسرے شخص کے پاس امانت رکھتا ہے اور امین کو اجازت

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۲۳﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

دیتا ہے کہ ضرورت کے وقت وہ تصرف کر سکتا ہے تو یہ بھی ایک اعانت ہے اور حاجت مند کی حاجت کو پورا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کے افادی پہلو کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ الامانة غنی۔ یعنی امانت ایک قسم کی رفاہیت ہے۔ اور مشہور محدث ابن اثیر نے نہایت ہی اس جملہ کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ امانت امین کی رفاہیت کا باعث بنتی ہے اس لئے کہ جب اس کی امانت داری کی شہرت ہوگی لوگ کثرت سے اپنے مال کو اس کی امانت میں رکھنے کا اقدام کریں گے اور جب اس کو تصرف کی اجازت مل جائے گی تو یہ اس کی رفاہیت اور فراخی معیشت کا سبب بن جائے گی۔ (۱)

خلاصہ:

مذکورہ صورتیں انسانی کفالت کی بہترین صورتیں ہیں۔ جب کہ یہ سب کام ملکی و ملی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور جذبہ خدمت غلق کے طور پر کئے جائیں۔ اسلام میں قرض حسنہ کی حیثیت بھی یہی ہے جیسے کہ قرض حسنہ کی تعریف سے ظاہر ہے کہ ایک دولت مند کسی ضرورت مند کی ضرورت کے انسداد اور اس کی حاجت روائی کے لئے اس طرح اپنی رقم سے فائدہ پہنچائے کہ اس کا کوئی بدل اس سے حاصل نہ کرے۔ اور چونکہ یہ اخلاقی مسئلہ ہے اس لئے احادیث میں قرض خواہ کو قرضدار کی دعوت قبول کرنے سے احتیاط کا حکم دیا گیا ہے تاکہ عوض خواہی کا قطعاً سدباب ہو جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ قرض دار اس لئے قرض خواہ کی دعوت کرتا ہو کہ وہ اپنے قرض کا جلد مطالبہ نہ کرے اور اس حالت میں یہ بھی ایک قسم کا ربا ہو جائے گا۔ الا یہ کہ دونوں کے درمیان اس معاملہ سے قبل بھی اس قسم کے تعلقات قائم ہوں۔ اور چونکہ اس معاملہ میں قرض دار کی جانب سے بددیانتی اور وفاء عہد کے فقدان کا زبردست خطرہ ہے اس لئے اس قسم کی اعانت کو واجب نہیں کہا گیا بلکہ خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام کے وعدوں۔ ساتھ صرف اخلاقی ترغیب ہی پر اکتفاء کیا گیا۔ اور ساتھ ہی قرضدار کو سخت تنبیہ کی گئی کہ قرض حسن کے یہ معنی نہیں ہیں کہ قدرت ادا کے باوجود دوسرے کی رقم ہضم کر جائے یا تاخیر کر کے قرض دہندہ کو نقصان پہنچائے۔

ارشاد نبوی ہے:

مطل الغنی ظلم (۲)

ترجمہ: دینے کی قدرت کے باوجود۔

دوسروں کے حق مطالبہ کی ادا میں تاخیر ظلم ہے۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۲۳۳ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء
الَّذِينَ مَقْضَىٰ.

ترجمہ: قرض کی بروقت ادا فرض ہے۔

عمل الیہ ما اخذت حتی نودی.

ترجمہ: جو کسی نے کسی سے چیز لی ہے جب تک ادا نہ کر لے اس کا بار ادا اس پر برابر قائم ہے۔ (۱)

قرض حسنہ کی علت غائی:

قرآن مجید کی آیات جن کا ترجمہ سطور بالا میں گزر چکا ہے بار بار مطالبہ کیا گیا۔
اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو اور اس کا مصرف عباد اللہ کو بنایا گیا۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرضہ مانگ کر اپنے بندوں پر صرف کرنے کا حکم کیوں دیا؟ ایسا کیوں نہ کر دیا کہ وہ اپنے سب بندوں کو دولت مند بنا دیتا اور سب کا رزق فراخ کر دیتا۔

۱۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ہاتھوں سے بندوں کو دلوا کر انسانیت کا مفہوم سمجھا رہا ہے کہ انسانیت انس و محبت کا نام ہے اور انس و محبت کے اظہار کی یہی شکل ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ داد و دہش کا معاملہ کیا جائے۔

۲۔ نیز ارشاد نبویؐ ہے:

الانسان کالبیان یشد بعضہ بعضا۔ (۲)

ترجمہ: انسان کی مثال عمارت کی سی ہے جس طرح عمارت میں ایک اینٹ دوسری کو مضبوط کرتی ہے تو اسی طرح ایک انسان تب ہی انسان بن سکتا ہے جب کہ وہ دوسرے انسان کے ہاتھ مضبوط کرے۔

۳۔ المومن کمثل الجسد الواحد اذا اشتكى عينه اشتكى كله و اذا اشتكى رأسه اشتكى كله۔ (۳)

ترجمہ: سب مومن ایک جسم کی مانند ہیں جب اس کی آنکھ کو درد ہوتا ہے تو سارے جسم کو درد محسوس ہوتا ہے اور جب سر کو درد ہوتا ہے تو اس کے سارے بدن کو درد ہوتا ہے۔

اسی طرح انسان مومن کہلانے کا حق دار تب ہی ہوگا جب کہ دوسرے مسلمان کی تکلیف اور حاجت کو اپنی تکلیف اور حاجت سمجھے۔ اور اس کی تکلیف و حاجت کو ایسے ہی دور کرے جیسے اپنی حاجت و تکلیف کو دور کرتا ہے۔

احساسِ فرض:

یہ حکم دے کہ انسان کو احساسِ فرض دلایا گیا ہے کہ انسانیت رحمہ اللہ ہمدردی، کا نام ہے۔ نہ کہ سنگدلی اور بربریت کا۔ انسانیت خیر خواہی اور برابری کا نام ہے نہ کہ بدخواہی اور جبر و تکبر کا۔ نیز دولت و ثروت جمع و ذخیرہ کے لئے نہیں بلکہ صرف و خرچ کیلئے ہے اور اس کا مصرف صرف ذاتی و انفرادی تعیش نہیں بلکہ اجتماعی ضروریات کی کفالت ہے۔ مال کی گردش جمع طہمائے انسانی کی حیات کا ذریعہ ہے اور احکام و اکتناز (جمع کرنا) باعث تباہی و بربادی ارشادِ باری ہے:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (۱)

ترجمہ: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ (یعنی انفاق فی سبیل اللہ سے رکنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے)۔

حقیقی قرض کے احکام:

چونکہ ہمارے مقالے کے عنوان میں لفظ ”قرض“ ایک جزو ہے اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حقیقی قرض کے احکام بھی تحریر کر دیئے جائیں۔ قرض حسنہ کو تو استعارۃ قرض سے موسوم کیا گیا ہے حقیقی قرض تو یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو مالی مثلی واپسی کی شرط کے ساتھ دیتا ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ قرض کی لغوی اور اصطلاحی تعریف آغازِ مقالہ میں ذکر کر دی گئی ہے۔ اب بقیہ احکام ذکر کرتے جاتے ہیں۔

رکن قرض:

اما ركنه فهو الایجاب والقبول والایجاب قول المقرض اقوشتك هذا الشئ او خذ هذا الشئ قرضا او نحو ذلك والقبول هو ان يقول المستقرض استقرضت او قبلت الخ (۱)

ترجمہ: قرض کا رکن ایجاب اور قبول ہے۔ ایجاب یہ ہے کہ مقرض (قرض دینے والا) کہے کہ میں نے تجھے یہ چیز قرض دی یا یہ چیز بطور قرض لے۔ اور قبول یہ ہے کہ مستقرض (قرض لینے والا) کہے میں نے قرض لیا یا میں نے قرض قبول کیا۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۲۶ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان الرکن فیہ الایجاب و اما القبول فلیس برکن وجه هذه الروایة ان
الاقراض اعارة والقبول ليس برکن فی الاعارة. (۲)
ترجمہ: قرض میں رکن صرف ایجاب ہے قبول رکن نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اقراض
(قرض دینا) اعارہ (کوئی چیز مانگنا) ہے۔ اور اعارہ میں قبول رکن نہیں ہے۔

شرائط قرض:

شرائط قرض مختلف ہیں۔ بعض کا تعلق مقرض (قرض خواہ) کے ساتھ ہے اور بعض کا
مستقرض (قرض دار) کے ساتھ اور بعض کا نفس قرض کے ساتھ۔

اما الذی یرجع الی المقرض فهو اهلیة للتبرع.

ترجمہ: وہ شرائط جو قرض خواہ کے ساتھ متعلق ہیں پس وہ اہلیت تبرع ہے۔

یعنی قرض وہی شخص دے سکتا ہے جو دوسرے پر احسان کرنے کا اہل بھی ہو۔ کیوں کہ
قرض بھی تبرع ہے اس لئے کہ اس میں فوراً عوض اور بدلہ مطلوب نہیں ہوتا۔ لہذا قرض دینے کا بھی
وہی اہل ہوگا جو تبرع کا اہل ہے۔ مثلاً وصی، وصی (بچہ) عبد ماذون (جس غلام کو تجارت کی اجازت
دی گئی ہو) مکاتب (جس کی آزادی مال کے ساتھ مشروط ہو) یہ تبرع کے اہل نہیں ہیں۔ لہذا یہ کسی
کو قرض دینے کے اہل بھی نہ ہوں گے۔

و اما الذی یرجع الی المستقرض هو القبض و ذلک بالتسلیم الی

المستقرض (۱)

ترجمہ: وہ شرائط جن کا تعلق قرض دار کے ساتھ ہے وہ قبضہ کرنا ہے۔ اور قبضہ تب ہوگا جب وہ
مال مستقرض کو سپرد کر دیا جائے۔ یعنی اس قرض کے مال پر قرض خواہ قبضہ بھی کر لے تب وہ قرض دار
شار ہوگا۔

۲۔ و منها ان یکون مماله مثل کالمکیلات والموزونات والعددیات المتقاربة.

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ قرض مثلی چیز سے ہو جیسے مکیلات (وہ اشیاء جو ناپا جاتی ہیں) یا
موزونات (وہ اشیاء جو تولی جاتی ہیں) یا عددیات (وہ اشیاء جو گنی جاتی ہیں)۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۲۷۷ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

کیونکہ اگر وہ چیز مثلی نہ ہوگی تو اس کا واپس کرنا مشکل ہو جائے گا۔ نیز قیمت دینا بھی مشکل ہوگا۔ کیونکہ اشیاء کے تفاوت سے قیمت میں تفاوت ہوتا ہے۔ اور اس طرح معاملہ نزاع تک پہنچے گا۔

اسی بناء پر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں روٹی کو قرض پر لینا جائز نہیں ہے۔ (یعنی یوں کہنا کہ مجھے ایک روٹی آج قرض دوکل میں واپس کر دوں گا) کیونکہ روٹی چھوٹی بڑی ہوتی ہے۔ نیز آٹے میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اس میں بھی نزاع کا امکان ہے۔ لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ عدا روٹی کے قرض کو جائز رکھتے ہیں۔ عرف عام کی بنا پر کہ عوام ایسے فرق کو محسوس نہیں کرتے۔

مسئلہ ۲: اخروٹ اور انڈے قرض لے سکتے ہیں اور فلوس (پیسے) بھی قرض لے سکتے ہیں۔ اگر پیسے کھوٹے ہو گئے تو ان کی مثل دیئے جاسکتے ہیں۔

و اما الذی يرجع الى نفس القرض فهو ان لا يكون فيه جو منفعة نحو ما اذا اقرضه دراهم غلة على ان يرد عليه صحاحا او اقرضه و شرط شرطاً له فيه منفعة لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه لم يقرض عن قرض جر نفعا. (۱)
کیونکہ یہ زیادتی مشروط سود کے مشابہ ہوگا۔ اور سود حرام ہے۔
والتحوز عن حقيقة الربا او عن شبهة للربا واجب.
حقیقی سود اور مشابہ بالسود (جو چیز سود کے مشابہ ہے) سے بچنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر قرضہ میں نفع مشروط نہ ہو اور نہ ہی قرض خواہ کی خواہش ہو۔ مگر قرضدار اپنی طرف سے ادائیگی قرض عمدہ چیز سے کر دیتا ہے تو اس کا کوئی حرج نہیں بلکہ یہ چیز مندوب ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

خيار الناس احسنهم قضاء

سب سے بہتر شخص وہ ہے جو ادائیگی قرض عمدہ طریقے سے کرتا ہے۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

عند قضاء الدين لزمه للوازن زن راجح. (۲)

امام محمد بن اور یس اسامی فرماتے ہیں: فقہ میں کچھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی

6282

شوال المکرم ۱۳۲۳ ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

ادائیگی قرض کے وقت آپ نے تو لنے والے سے فرمایا کہ ذرا جھکتا وزن کر۔

مسئلہ: قرض میں مدت کی تعیین بھی نہیں ہوتی۔ خواہ شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔ بخلاف باقی دیون کے۔ کیونکہ قرض ایک قسم کا تبرع اور احسان ہے۔ اور تبرع میں تاخیر مدت نہیں ہوتی۔ نیز قرض عاریت کے قائم مقام ہے۔ والاجل لا يلزم فی العواری۔ اور مانگی ہوئی اشیاء میں مدت لازمی نہیں ہوتی۔

مسئلہ: ہاں ایک اور صورت ہے جس میں مدت متعین ہو جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک شخص وصیت کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد ایک سال تک فلاں شخص کو ایک ہزار روپیہ قرض دے دینا۔ اس کی وصیت نافذ ہو جائے گی۔ اور اس شخص کو وہ قرضہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا اور اس کے ورثاء ایک سال سے قبل اس قرضہ کا مطالبہ کرنے کے مجاز نہ ہوں گے۔

قرض کا حکم:

و اما حكم القرض فهو ثبوت الملك للمستقرض في القرض للحال. (١)

قرض کا حکم یہ ہے کہ قرض دار اس چیز کا فوراً مالک ہو جائے گا اور اس کو اس میں ہر طرح

کے تصرف کا اختیار ہوگا۔

مثلاً ایک شخص نے کسی سے ایک بوری گندم قرض لی یا ایک لاکھ روپیہ قرض لیا تو اب اس کو استعمال کر سکتا ہے۔ اور جب ادا کرے تو اس کی مثال دوسری گندم یا رقم دے سکتا ہے۔ اگر وہی چیز بھی پڑی ہو تب بھی دوسری چیز اس کے مثل دے سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ قرض پر صرف قبضہ کرنے سے آدمی مالک نہیں ہوتا جب تک اس کو استعمال نہ کر لے یا ہلاک نہ کر دے۔ لہذا اگر وہی چیز موجود ہے تو ادائیگی قرض کے وقت وہی اصلی چیز واپس کرنی ہوگی۔ ہاں اگر ہلاک ہو جائے تو ضمان ہوتی ہے۔ (۲)

مسئلہ: میں آدمیوں نے ایک شخص سے قرضہ مانگا لیکن قبضہ ایک شخص نے کیا۔ تو یہ شخص سب کی طرف سے وکیل ہوگا۔ لہذا ادائیگی سب پر اپنے اپنے حصہ کی ہوگی قرض خواہ صرف ایک شخص سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۳ ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

مسئلہ: وفيها استقراض العجين وزنا يجوز وينبغي جوازه في الخميرة بلا وزن سنل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن خميرة يتعا طاهها الجيران ايكون رب فقال ما راه

المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وما راه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح. (۱)

ترجمہ: آنا قرض لینا تول کر جائز ہے اور گندھا ہوا آنا بھی قرض لیا جاسکتا ہے۔ بلا وزن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ پڑوسی ایک دوسرے سے گوندھا ہوا آنا قرض لے لیتے ہیں تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا جس کو مسلمان اچھا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہے۔ اور جس کو مسلمان برا سمجھیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قبیح ہے۔“

دین کے احکامات:

گزشتہ صفحات میں قرض اور دین میں فقہی فرق تحریر کیا جا چکا ہے مگر عام اصطلاح میں قرض اور دین مترادف سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ قرض اور دین ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ دین اور قرض میں عموم، خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ دین عام ہے، قرض خاص ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

یغفر لشہید کل ذنب الا الدین (۲)

ترجمہ: قرض کے سوا شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ہر قسم کے قرض شامل ہے مالی ہو یا نقدی، تجارتی ہو یا غیر تجارتی۔ اور اکثر باتوں میں دین اور قرض مساوی شرائط رکھتے ہیں۔ جو احکام دین کے ہیں وہ قرض کے بھی ہیں۔ دین کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ (۳)

ترجمہ: اے اہل ایمان جب لین دین میں ایک مقرر مدت کے لئے ادھار کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

تشریح:

اس مکمل آیت میں قرض داروں اور قرض خواہوں کو نزاع سے بچانے کے لئے یہ

ہدایات دی ہیں۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۳۰ شوال المکرم ۱۴۲۳ ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

- اول: جب کسی قرض کا لین دین بقید مدت ہو تو اس کی دستاویز لکھ لی جائے۔
- دوم: دستاویز لکھنے والا انصاف سے لکھے۔
- سوم: لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے۔
- چہارم: اگر قرض لینے والا کم عقل یا ضعیف ہو تو اس کا ولی اس کام کو سرانجام دے۔
- پنجم: معاملہ پر دو گواہ ضرور بنانے چاہئیں۔
- ششم: یہ دو گواہ مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔
- ہفتم: گواہ مسلمان ہوں، بالغ ہوں، پسندیدہ اخلاق کے مالک ہوں۔
- ہشتم: گواہ گواہی دینے سے گریز نہ کریں۔
- نہم: ادھار کا معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی ضرورت دستاویز لکھنی چاہئے۔
- دہم: کاتب یا گواہ کو عاقدین کوئی فرد پہنچانے کی کوشش نہ کریں وہ تو اجتماعی خدمت انجام دیتے ہیں۔

حصول ملکیت کے چار ذرائع:

- ۱۔ اول یہ کہ قیمت بھی موجود ہو اور مبیعہ بھی موجود ہو۔ اس کو تجارت حاضره کہتے ہیں۔ یہ بالاتفاق جائز ہے۔
- ۲۔ نہ قیمت موجود ہو اور جس چیز کو خریدا جا رہا ہے وہ موجود ہو۔ یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔
- ۳۔ قیمت موجود مگر چیز موجود نہ ہو۔
- ۴۔ چیز موجود ہو، قیمت موجود نہ ہو۔
- ان دونوں صورتوں میں۔

(۱) یہ کہ دستاویز لکھ لی جائے، (۲) مدت مقرر کر لی جائے اور میعاد بھی واضح ہو۔ مہم نہ ہو۔ تاریخ، ماہ، سن، یوم، کی وضاحت کر دی جائے ورنہ نزاع کا خطرہ ہے۔

دستاویز لکھنا قرضدار کی ذمہ داری ہے:

دستاویز کا حاصل کسی حق کا اپنی طرف اقرار کرنا ہے۔ یہ اسی کو کرنا چاہئے جس کے ذمہ کوئی حق واجب الادا ہے۔ یہاں دو شخص ہیں ایک لینے والا، دوسرے دینے والا، لینے والا من علیہ

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۳۱۵ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ۵ دسمبر ۲۰۰۲ء
الحق۔ اور دینے والا من له الحق ہے۔ یا لینے والا مدیون، اور دینے والا دائن ہے۔ لیکن عام طور پر
دیکھا گیا ہے کہ قرض خواہ تحریر لکھ کر رکھتا ہے، قرض دار کو پرواہ ہی نہیں ہوتی۔

یہ الٹی ہی گنگا عجب چل رہی ہے

۲۔ دستاویز لکھواتے وقت خوف خدا بھی پیش نظر رہے۔ کہیں کمی بیشی نہ کر دی جائے۔

کتابت کی افادی حیثیت:

جن معاملات میں لکھنے کا عرف ہو اس کے لکھنے میں کسی قسم کی کاہلی اور سستی نہ کرنی
چاہئے۔ یہ اسلام کی اقتصادیات کا ایک اہم اور بنیادی قاعدہ ہے۔ معاملاتی فساد، افراد کے اخلاقی
اور روحانی ارتقاء میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اس صورت میں فرد کی اخلاقی ترقی کے مواقع کم ہو جاتے
ہیں۔ بعض روحانی مفاسد کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں معاشی اور
اقتصادی طاقت کا انحصار افراد کے ہاتھوں میں ہو اس طرح کی روحانی و اصلاحی تدابیر بہت زیادہ موثر
ہوتی ہیں۔ اس لئے قرآن مجید میں کتابت کی افادیت اجاگر کی گئی ہے۔

۱۔ اَقْضُ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی اللہ کے نزدیک یہ زیادہ انصاف والی بات ہے۔ یعنی ایک کا حق نہ
دوسرے کے پاس جائے گا اور نہ آئے گا۔ اور کتابت کی راہ سے عدل و انصاف کو پروان
چڑھنے کا موقع ملے گا۔

۲۔ اَذْنٰی اَنْ لَا تَوْتَابُوْا۔ یعنی اس میں شک کا امکان کم رہے گا۔ گویا اہل معاملہ کا جی صاف
رہے گا۔

۳۔ اَقُوْمُ لِلشَّہَادۃ۔ گواہی زیادہ محکم اور پائیدار رہے گی اور گواہی آسان رہے گی۔

رہن اور قرض:

اگر سفر میں قرض اور ادھار کا معاملہ کرنا ہو اور کوئی کاتب نہ ملے تو قرض کے عوض کوئی چیز
مدیون کو اس کے پاس رکھ دینی چاہئے۔ چونکہ سفر میں قرض کی زیادہ حاجت رہتی ہے۔ اس لئے
قرآن مجید میں سفر کی قید لگائی گئی۔ مگر یہ قید اتفاقی ہے۔ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ جس طرح رہن
نہیں جائز ہے اسی طرح حضر میں بھی جائز ہے۔ ارشادِ باری ہے:

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۲﴾ سوال المکرم ۱۳۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

و ان کنتم علی سفر ولم تجدوا کتابا فوهن مقبوضۃ (۱)

ترجمہ: اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کتاب نہ ملے تو اس صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز رہن رکھ کر اس کا قبضہ دے دیا جائے۔

نیز معاملہ رہن کے لئے یہ شرط بھی نہیں ہے کہ جب دستاویز لکھنا ممکن نہ ہو صرف اس صورت میں رہن کا معاملہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک صورت ممکن ہے کہ جب دستاویز لکھنے پر کوئی قرض دینے پر آمادہ نہ ہو تو قرض کا طالب اپنی کوئی چیز رہن رکھ کر روپیہ لے لے۔ لیکن قرآن حکیم چونکہ اپنے پیروؤں کو فیاضی کی تعلیم دیتا ہے اور یہ بات بلند اخلاق سے فرد تر ہے کہ ایک شخص مال رکھتا ہو اور وہ ایک ضرورت مند آدمی کو اس کی کوئی چیز رہن رکھے بغیر قرض نہ دے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ رہن بالقبض کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرض دینے والے کو اپنے قرض کی واپسی کا اطمینان ہو جائے۔ اسے اپنے دیئے ہوئے مال کے معاوضہ میں شئی مرہونہ سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل نہیں۔ یا اس کا کرایہ کھاتا ہے تو دراصل سود کھاتا ہے۔ قرض پر براہ راست سود لینے اور رہن لی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانے میں اصولاً کوئی فرق نہیں۔

مسئلہ: راہن اگر دیوالیہ ہو جائے اور اس کے سرمایہ میں مرہونہ چیز کے سوا کچھ نہ ہو تو یہ مرہونہ ہی کا حق ہوگا۔ باقی قرض خواہوں کو اس میں مداخلت کی اجازت نہ دی جائے گی۔ ہاں اگر مرہونہ کو فروخت کرنے کے بعد مرہونہ کا قرض ادا ہو کر کچھ بچ جائے تو اس کو باقی قرض خواہوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

قرض کو رہن نہیں رکھا جاسکتا:

رشید کے دو ہزار روپے بذمہ حمید قرض ہیں۔ رشید ان دو ہزار کو رہن رکھ کر کوئی چیز لینا چاہے، یہ بھی بالاتفاق ناجائز ہے کہ قرض جب تک قرض ہے اس کا قبضہ نہیں مل سکتا۔ قبضہ دین نہیں عین میں ہوتا ہے۔ اس لئے قرض رہن نہیں رکھ سکتا۔

قرض اور ہدیہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس قرض سے منع فرمایا جو نفع آور ہو اور نفع کو سود قرار دیا ہے۔ اسی بنیاد پر قرض خواہ کو قرضدار سے ہدیہ قبول کرنے سے بھی روکا گیا ہے۔ چنانچہ اس پر حافظ

☆ میں نے امام محمد سے یہ کہہ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن لاریس شافعی) ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۳﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء

ابن القیم نے سنن ابن ماجہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جس میں یحییٰ بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کچھ پیسے قرض دیتا ہے اور قرض دار کچھ سوغات و ہدیہ ہمیں روانہ کر دیتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی کو قرض دو اور قرض دار تمہیں ہدیہ یا سواری پیش کرے تو قبول نہ کرو۔ ہاں اگر پہلے سے تمہارے تعلقات ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

نیز صحیح بخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بردہ کے حوالہ سے انکشاف کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ پہنچا تو عبداللہ بن سلام سے میری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا، آپ تو ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں سودی کاروبار عام ہوتا ہے۔ اگر آپ کا کسی کے ذمہ کوئی قرض ہو اور وہ آپ کو انجیر، جو وغیرہ پیش کرے تو ہرگز نہ لینا کیونکہ یہ سود ہے۔ (۱)

قرض اور سود:

وہ قرض جو ضروریات زندگی اور غیر کاروباری اغراض کے لئے لئے جاتے ہیں اس پر تو سود لینا الم نشرح ہے یعنی سب حرام اور ظلم سمجھتے ہیں۔ لیکن کاروباری اغراض کے لئے قرض لینے پر سود کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہم اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ قرض پیداواری ہو یا غیر پیداواری، اغراض زندگی میں صرف کر دیا گیا ہے یا کاروبار میں لگا دیا گیا، سب پر سود لینا حرام ہے۔ اس میں حکمت کی وجہ یہ ہے کہ کاروبار میں نفع اور نقصان دونوں کا امکان رہتا ہے۔ جب سرمایہ کاروبار میں لگنا لازماً نفع کے لئے نتیجہ خیز نہیں تو یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ اس سرمایہ پر بہر صورت ایک متعین نفع کا مطالبہ کیا جائے۔ نفع آوری سرمایہ کی ذاتی اور لازمی صفت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جس کاروبار میں سرمایہ لگایا جاتا، ضرور نفع ہوتا۔ مگر ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔ نفع کا انحصار آمدنی پر ہے نہ کہ پیداوار کی مقدار پر۔ یہ پیداوار بازار میں فروخت ہو سکے گی یا نہیں۔ کس قیمت پر فروخت ہوگی اور مجموعی لاگت کے مطابق نفع کتنا ہوگا، اس کی کوئی خبر نہیں ہے لہذا اس پر سود لگانا بھی غیر معقول ہوگا۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ۴۳۳ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء
اس صورت حال پر غور کیجئے کہ جب کاروبار میں خسارہ ہوا ہو ایک طرف تو قرض دار کو
قرض کی واپسی کا انتظام کرنا ہے اور دوسری طرف کاروباری خسارہ کو بھی پورا کرنا ہے۔ اس پر ہم
مزید سود کا بھی بوجھ لا دیں تو یہ ظلم ہوگا۔

مجھے بتائیے کہ کیا ایسی صورت میں قرض خواہ اپنے قرض کے مطالبہ سے رک جاتا ہے یا
نہیں یا اپنے قرض کی مقدار میں کمی کرتا ہے؟ تو جواب نفی میں ملے گا۔ لہذا قرض دار کو جب نفع ہوتا
ہے جو کہ اس کی رات دن کی سعی و جدوجہد کا ثمرہ ہے تو اس ثمرہ میں بھی کسی کو شریک ہونے کا حق
نہیں پہنچتا۔ قرض چونکہ تبرع و احسان ہے اس لئے اس احسان کی جزاء رب ذوالجلال خود دیں گے۔

ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی (البقرہ)

ترجمہ: اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر بیکار نہ کرو۔

نفع کمانے کے بارے میں اصولی حقیقت:

ہاں نفع و نقصان میں شراکت ہو تو پھر قرض کا نفع بھی لیا جاسکتا ہے۔ یعنی یہ شرط لگائی
جائے کہ نفع ہوگا تو نفع میں بھی برابر کا شریک ہوگا اور اگر نقصان ہو تو نقصان میں بھی برابر کا شریک
ہوگا تو قرض کا نفع لے سکتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”فائدہ نقصان اٹھانے کی ذمہ داری کے ساتھ وابستہ ہے۔“

یہ حدیث ابوداؤد میں ہے۔

ایک دوسری حدیث ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ ایک ہی معاملہ میں ادھار لینا اور تجارتی سودا کرنا جائز نہیں۔ نہ ایک تجارتی معاملہ میں دو مختلف
شرطیں کرنا درست ہے اور نہ اس چیز کا نفع لینا درست ہے جس کے نقصان کی ذمہ داری تم نے نہ لی
ہو اور ایسی چیز کی فروخت بھی صحیح نہیں جو تمہارے پاس نہ ہو۔ (۱)

قرض پر سود کے معاشی نقصانات:

قرآن کا دعویٰ ہے کہ سود معاش اور عقلی نقطہ نظر سے انسانی معیشت کیلئے تباہ کن ہے۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۵﴾ شوال الکریم ۱۴۲۳ھ ☆ دسمبر ۲۰۰۲ء
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”سود پر قرض لینے والے عام طور پر مفلس اور مضطر ہو جاتے ہیں اور یہ کاروباری دنیا میں سنگین جھگڑوں اور عظیم منافقوں کا باعث بنتا ہے اور جس قوم یا ملک میں بے محنت روپیہ حاصل کرنے کا رواج پڑ جاتا ہے وہاں عوام پر صنعت و حرفت، زراعت و تجارت کی صحیح راہیں بند ہو جاتی ہیں۔“ (۲)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں اسی طرح کے ریمارکس دیئے ہیں۔ امام فخر الدینؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ ”قرض پر سود اس لئے لیا جاتا ہے کہ اگر وہ مال اصل مالک کے پاس ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اس سے تجارت کے ذریعہ نفع حاصل کر سکتا۔ اب جب کہ اس مدت میں اس کے پاس نہ رہا تو وہ اس مال سے نفع سے محروم رہا ہے لہذا اس کا حق ہے وہ نفع جو قرض دار نے کمایا ہے اس میں سے قرض خواہ کو بھی دے۔“ (۳)

جواب:

تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کیا تم اس بات کی ضمانت دے سکتے ہو کہ اگر وہ مال قرض خواہ کے پاس ہوتا تو ضرور اس کو نفع ہوتا یا وہ مال محفوظ ہوتا اس کے پاس بھی امکان ہے کہ وہ مال چوری ہو جاتا یا ہلاک ہو جاتا۔ یا تجارتی خسارہ ہو جاتا۔ یقیناً جواب نفی میں ہے۔ اس لئے وہ نفع کا حقدار نہیں ہو سکے گا۔

بلکہ قرض دینے سے اس کا اصل سرمایہ ان خطرات سے محفوظ ہو گیا۔ کیونکہ قرض دار کو نفع ہو یا نقصان اس نے اصل قرض واپس کرنا ہے۔ (۱)

دوسرا معاشی نقصان:

اس کا دوسرا معاشی نقصان یہ ہے کہ اس طرح غریب طبقہ کی رہی سہی قوت خریداری، سرمایہ دار اور سماہو کار، غصب کر لیتا ہے۔ لاکھوں آدمیوں کی بیروزگاری اور کروڑوں آدمیوں کی ناکافی آمدنی پہلے ہی تجارت اور صنعت کے فروغ میں مانع ہے اس پر مستزاد یہ کہ وہ طبقہ اس کو اشیاء

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۶﴾ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ ۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

کی خریداری پر صرف کرنے کی بجائے سوسائٹی کے سر پر مزید سود طلب قرض پر چڑھانے میں استعمال کرتا ہے۔ فرض کیجئے اگر دنیا میں پانچ کروڑ آدمی ہوں اور وہ ماہانہ دس روپے سود ادا کرتے ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ماہ پچاس کروڑ روپے کا مال فروخت ہونے سے رہ جاتا ہے اور اتنی بھاری رقم معاشی پیداوار کے پلٹنے کے بجائے مزید سودی قرضوں کی تخلیق میں صرف ہوگی۔

اس لئے اسلام نے انسان کو قرضِ حسنہ کی ترغیب دی ہے اور سود پر قرض لینے کو منع فرمایا۔ کیونکہ قرضِ حسنہ سے انسان کی معاشی حالت مضبوط ہوتی ہے اور صنعت و تجارت ترقی کرتی ہے۔ اور ملک اقتصادی بحران سے نکل جاتا ہے اور سود سے معیشت تباہ ہو جاتی ہے۔ صنعت و تجارت ترقی نہیں کر سکتی اور ملک مزید اقتصادی بحران میں مبتلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ ہمارا ملک اس کے لئے واضح ترین مثال ہے۔

چونکہ میرا عنوان سود کی حیثیت بتانا نہیں اس لئے اس کو طول دینا مناسب نہیں۔ بہر حال ربا الفرض کے مفاسد واضح ہو گئے ہیں اس لئے ہمیں اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

پیش کش پیش کش

مجلس ادارت مجلہ فقہ اسلامی ان تمام لکھنے والوں کو فی مضمون مبلغ ۵۰۰ سے ۱۵۰۰ روپے تک اعزازیہ پیش کرے گی جو اس مجلہ کے لئے جدید فقہی مسائل پر تحقیقی مضامین تحریر فرمائیں گے۔ مضمون کے علمی و تحقیقی ہونے اور مجلہ فقہ اسلامی میں اشاعت کے قابل ہونے کا تعین محققین و علماء کرام کی ایک کمیٹی کرے گی۔ مضمون پہلے کسی رسالہ، اخبار، کتاب، یا مجلہ میں شائع نہ ہوا ہو نہ کسی کانفرنس یا سیمینار، یا ریڈیو یا ٹی وی وغیرہ میں پڑھا گیا ہو۔ مجلہ فقہ اسلامی میں اشاعت کے بعد مضمون نگار کو اس کی کہیں بھی اشاعت کا حق حاصل ہوگا۔ مضمون کی ضخامت، معیار اور محنت کے لحاظ سے اعزازیہ کی رقم کا تعین بھی کمیٹی کرے گی۔ غیر فقہی مضامین قبول نہیں کئے جائیں گے۔ (مجلس ادارت)